حکمتِ عملی
راشدہ رفعت
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

# السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

# حکمتِ عملی

از

راشدہ رفعت

www.novelsclubb.com

راشدہ رفعت
حکمتِ عملی

"امی پلیز میرے لیے آملیٹ بنا دیں۔ میں آلو گوبھی نہیں کھاؤں گی۔" حنا نے منت بھرے لہجے میں ماں کو مخاطب کیا۔

وہ پانچویں جماعت کی طالبہ تھی ہرگز بھی ضدی یا بدتمیز نہیں تھی بس کھانے پینے کے معاملے میں مخصوص پسند، ناپسند تھی۔ سبزیوں میں آلو گوبھی اس کے حلق سے نہ اترتی تھی۔ لیکن شائستہ کو بیٹی کی پسند ناپسند سے کوئی سروکار نہ تھا وہ اس کے لیے بھی کچھ الگ سے بنانے کا تردد نہ کرتیں۔ دادی بے چاری کو ہی لاڈلی پوتی پر ترس آ جاتا۔

"اے شائستہ! بچی کو تل دے ناں انڈا ورنہ بھوکی ہی سو جائے گی۔"

"اماں! میں ماں ہوں اس کی مجھے کم پیاری تو نہیں یہ، لیکن میں اس کی عادتیں بگاڑنا نہیں چاہتی لڑکیوں نے کل کو اگلے گھر بھی جانا ہوتا ہے انہیں ہر طرح کے کھانے کی عادت ہونی چاہیے ورنہ بعد میں بڑی تنگ ہوتی ہیں۔" شائستہ نے رسانیت بھرے لہجے میں ساس کو جواب دیا تھا۔

ان کے پیش نظر ان کا اپنا تجربہ تھا۔ میکے میں گوشت کے علاوہ کھانے کا کوئی تصور نہ تھا۔ ٹنڈے، بھنڈی کدو اور اروی جیسی سبزیاں بھی ہمیشہ گوشت کے ساتھ بنائی جاتیں۔ اور سسرال میں جب کدو گوشت اور اروی گوشت کے بجائے محض کدو کی ترکاری اور شوربے والا اروی کا سالن کھانا پڑا تو انہیں کتنی مشکل سے ایسا کھانا کھانے کی عادت پڑی تھی۔ پہلے پہل تو وہ دو چار نوالے لے کر اٹھ جاتیں لیکن سسرالی مشقت خالی پیٹ بھی تو نہ بھگتائی جا سکتی تھی سو آہستہ آہستہ انہوں نے دستیاب کھانے سے ہی پیٹ بھرنا سیکھ لیا تھا۔ وہ اب حنا کو مخصوص کھانوں کا عادی نہ بنانا چاہتی تھیں لیکن بیٹی جیسے جیسے بڑی ہو رہی تھی ان کے اس رویے سے شاکی ہوتی جا رہی تھی۔

"کل نیپو نے کریلے کھانے سے انکار کر دیا تھا تو آپ نے فوراً فریزر میں سے دو کباب نکال کر تل دیے۔ میرے کہنے پر انڈا تک نہیں بنا رہیں۔" حنا نے منہ پھلا کر شکوہ کیا۔

اس شکوے پر شائستہ ایک پل کو خاموش ہو گئیں۔ انہوں نے بیٹے اور بیٹی میں کبھی فرق نہ رکھا تھا۔ وہ صنفی امتیاز کی قائل ہی نہ تھیں بس کھانے پینے کے معاملے میں بیٹے کی فرمائشیں پوری کر دیتی تھیں اور بیٹی کو نظر انداز، تو اس کے پیش نظر بھی بیٹی کا ہی بھلا تھا۔ بیٹی کو آگے جا کر کسی بھی ماحول میں ایڈجسٹ ہونے میں دشواری نہ ہو ان کا مطمح نظر صرف یہ ہی تھا۔ لیکن اب حنا سمجھ دار ہو رہی تھی وہ اپنا چھوٹے بھائی سے موازنہ کرنے لگی تھی اور شائستہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ وہ کسی بھی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہو۔

"اچھا یوں کرتے ہیں، میں تمہیں آلو گوبھی کا خستہ سا پراٹھا بنا دیتی ہوں۔ تمہیں روٹی کے ساتھ گوبھی کا سالن اچھا نہیں لگتا نا دیکھنا پراٹھا کتنا مزے کا بنے گا۔" انہوں نے درمیانی راستہ نکالا۔

"اور کیا آپی! آلو گوبھی کھا کر تو انسان پاورفل بنتا ہے۔ میں تو کریلے اس لیے نہیں کھاتا کیونکہ وہ کڑوے ہوتے ہیں۔" حنا سے تین برس چھوٹے نیپو نے بھی بہت مدبر بن کر بہن کو سمجھایا۔

"تو میرے حصے کی آلو گوبھی بھی تم کھا لیا کرو ناں چھوٹو، اچھا ہے تم مزید پاورفل بن جاؤ گے۔ حنا نے چھوٹے بھائی کے پھولے پھولے گالوں کو پیار سے کھینچتے ہوئے کہا۔

"یہ غنیمت تھا کہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ شائستہ اپنے دونوں بچوں پر محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے حنا کے لیے پراٹھا بنانے کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

☆☆☆

شائستہ کے شوہر اجمل "بچے دو ہی اچھے کے فارمولے" پر یقین رکھنے والے شخص تھے۔ شائستہ کی خواہش تھی کہ حنا کی بہن یا نیپو کے بھائی کو جنم دے کر وہ کم از کم ایک جوڑی تو مکمل کر دیں۔ بہن، بہن کے

ساتھ دکھ سکھ کہتی ہے تو بھائی، بھائی کا سہارا ہوتا ہے لیکن اجمل نے اس معاملے میں بیوی تو چھوڑ ماں تک کی نہ سنی تھی۔ اور اب بچے بڑے ہونے کے بعد تو شائستہ بھی اپنی اس خواہش سے دستبرداری اختیار کر چکی تھی۔ اب ان کی ساری توجہ حنا اور نیبو کی تعلیم و تربیت پر مرکوز تھی۔ دونوں بچے ہی پڑھائی میں اچھے تھے۔

وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ حنا کے ماسٹرز کا پہلا سال تھا تو نیبو کا لاہور کی انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ ہو گیا۔ بہاولپور اور لاہور میں چند گھنٹوں کی مسافت کے باوجود سب گھر والے نیبو کے دور جانے پر بہت رنجیدہ تھے مگر معاملہ چونکہ اس کے روشن مستقبل کا تھا سو عارضی جدائی کا یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا۔

ماں کے لاڈلے اور آپی کے دلارے کو جب ہاسٹل لائف بھگتنا پڑی تو اس کے صحیح معنوں میں چودہ طبق روشن ہو گئے۔ شائستہ نے بیٹے کو بہت ناز و نعم میں پالا تھا۔ وہ بیٹے کی فرمائش پر اسے اس کا من پسند ہی کھلاتی تھیں، اب جب نیبو کو ہاسٹل میس کے پھیکے پھیکے کھانے پڑے تو وہ اتنا تنگ آیا کہ ایک دو بار تو انجینئرنگ کی ڈگری چھوڑ چھاڑ کر واپس بہاولپور جا کر وہاں یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی سوچنے لگا۔ لیکن پھر ٹھنڈے دل سے اس آپشن پر غور کیا تو یہ نری حماقت لگی۔ لوگ جس یونیورسٹی میں داخلے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں وہ اپنی ذہانت کی بنا پر وہاں سو فی صد میرٹ پر منتخب ہوا تھا ماں، باپ کے خواب کو ادھورا چھوڑ کر جانے کی حماقت کیسے کرتا۔ آہستہ آہستہ اس نے وہ ہی کھانا زہر مار کرنا سیکھ لیا۔

اس کے روم میٹس کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اکثر ہوٹلنگ کرتے اسے بھی ساتھ چلنے کا کہتے مگر اسے بخوبی احساس تھا کہ اس کے سفید پوش والدین اس مہنگی پڑھائی کا بوجھ ہی بہت کھینچ تان کر کے اٹھا رہے ہیں وہ جیب خرچ بڑھانے کا مطالبہ کر کے ان کی مشکلات میں مزید اضافہ کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ لیکن بہاولپور جاتا تو ماں اس کی شکل دیکھ کر پریشان ہو جاتیں۔

"کتنا کمزور ہو گیا ہے نیبو تو، اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ کیا ہاسٹل والے کھانے کو نہیں دیتے؟" وہ پریشان ہو کر استفسار کرتیں۔

"دیتے ہیں امی۔ شوربے میں تیرتے آلو بینگن، ادھ گلے چاولوں والی بریانی، کچی پکی سی بھنڈیاں، ہاں آلو گوشت اور ماش کی دال مزے کی ہوتی ہے۔" اس نے مسکرا کر ماں کو بتایا۔

چھٹیاں گزار کر جب اس نے واپسی کے لیے رخت سفر باندھا تو ماں نے کھانے پینے کی بہت سی سوغاتیں بھی ہمراہ کر دیں جو اس کے چٹورے روم میٹس دو دنوں میں ہی چٹ کر گئے۔ اگلی بار اس نے ماں کو یہ تردد کرنے سے منع کر دیا۔

"آپ کی محنت اور پیسہ سب ضائع جاتا ہے امی۔ میرے دوست میرے لیے کچھ نہیں چھوڑتے، مزے لے لے کر سب کچھ خود ہڑپ کر جاتے ہیں۔" شائستہ دل مسوس کر رہ گئیں۔

☆☆☆

نیبو کی پڑھائی کا آخری سال تھا جب حنا کی شادی ہوئی۔ وہ اجمل کے چچازاد بھائی کی بہو بنی تھی۔ سسرال قریب ہی تھا لیکن اس کے بغیر گھر بالکل سونا ہو گیا۔ دادی اپنی لاڈلی کی رخصتی کے بعد فقط دو ماہ جی پائیں اور دادی کے بعد اجمل بیٹی اور ماں کو یاد کر کے آہیں بھرتے رہتے۔ حنا ہر تیسرے، چوتھے دن ماں باپ کے پاس چکر لگاتی لیکن ایک دو گھنٹے بعد واپسی کی راہ لیتی۔ گھر پر دوبارہ سناٹا چھا جاتا۔

"اسی لیے کہتی تھی اجمل صاحب، کم از کم تین بچے تو ہو لینے دیتے تو گھر ایسا کاٹ کھانے کو نہ دوڑتا۔" شائستہ شوہر کو جتاتیں۔

"نیک بخت کیا! گارنٹی ہے کہ تیسرا بچہ ہمارے ساتھ ہوتا۔ لڑکا ہوتا تو بھائی کی نقش قدم پر پڑھائی کی خاطر ہاسٹل میں ہوتا بیٹی ہوتی تو اس کی رخصتی کے



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دن بھی قریب ہوتے۔" اجمل ٹھنڈا سانس بھر کر کہتے۔

"تو دنیا کی بیٹیوں کی رخصتی ہوتی ہے آپ نے تو زیادہ ہی دل پر لے لیا۔" وہ شوہر کو سمجھاتیں۔

"پتا نہیں بیگم، اب دل میں بہت بے کلی سی چھائی رہتی ہے۔ لگتا ہے اب اپنی رخصتی کے دن بھی قریب ہیں۔"

"اللہ کا نام لیں اجمل صاحب، کیوں دل دہلاتے ہیں؟" شائستہ انہیں خفگی سے گھورتیں۔

لیکن خدشہ شوہر کے دل کا ہی سچا ہوا۔ معمولی سا روڈ ایکسیڈینٹ تھا بظاہر چوٹ بھی معمولی تھی لیکن دو روز کی بے ہوشی کے بعد گھر والوں کو دائمی جدائی کا صدمہ دے کر اجمل زندگی کی بازی ہار گئے تھے۔ شائستہ پر تو جیسے غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ زندگی کا ساتھ اس عمر میں جب انہیں اس کے ساتھ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی یوں منہ موڑ جائے گا، یہ تو انہوں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ نیپو اور حنا پہاڑ جیسا غم برداشت کرتے ہوئے ماں کو سنبھالنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے۔

نیپو کے ہاتھ میں ڈگری آ چکی تھی لیکن آبائی شہر میں ملازمت کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے اسے لاہور میں ہی نوکری ملی تھی۔ پڑھائی کے اختتام اور نئی نوکری کو جوائن کرنے کے درمیانی وقفے کے چار، چھ ماہ اس نے ضرور ماں کے پاس گزارے پھر دوبارہ لاہور کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ اب شائستہ کو اس کا گھر بسانے کی جلدی تھی۔

"پلیز امی! مجھے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے کچھ وقت تو دیں۔ یہ نوکری بہت اچھی سہی لیکن میری منزل نہیں ہے، میں نے ابھی بہت آگے جانا ہے۔"

"اللہ تمہارے سارے خواب پورے کرے میرے بچے، لیکن اپنی ماں کا یہ خواب پورا ہو لینے دو۔ تمہارے ابو تمہاری خوشی دیکھے بغیر دنیا سے منہ موڑ گئے ان کے بعد مجھے خود یہ زندگی جتنی بے ثبات اور ناپائیدار لگنے لگی ہے تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ میں چاہتی ہوں جیتے جی تمہارے سر پر سہرا سجا دیکھ لوں۔"

شائستہ کی خواہش پر فرمانبردار بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا۔ انہوں نے نیپو کو پسند کی لڑکی سے شادی کا اختیار دیا تھا لیکن وہ ماں کی بات سن کر جھینپ کر ہنس پڑا تھا۔

"آپ نے شرافت کی جو گھٹی دے کر لاہور بھیجا تھا ناں امی۔ اس کے نتیجے میں میں نے اتنی شرافت والی زندگی بسر کی ہے تاکہ میں سینئرز کے ساتھ ساتھ جونیئرز کا بھی نیپو بھائی بن کر رہ گیا تھا۔" شائستہ نے محبت بھری مسکراتی نگاہ خوبرو بیٹے کے چہرے پر ڈالی۔

نیپو کے لیے انہوں نے اپنی خالہ زاد بہن کی بیٹی کو منتخب کیا تھا۔ عقیلہ باجی شجاع آباد میں رہتی تھیں۔ خود بھی سرکاری اسکول کی استانی تھیں اور شوہر بھی محکمہ تدریس سے وابستہ تھے۔ ان کے پانچ بچوں میں اریبہ سب سے چھوٹی تھی۔ ملتان کی یونیورسٹی سے فزکس میں ماسٹرز کر رکھا تھا اور اب ایم فل کی ڈگری لینے کے قریب تھی۔ عقیلہ باجی نے اپنی بچیوں کی تربیت بہت ہی اچھے ڈھب پر کی تھی۔ نیپو نے بھی خاندانی فنکشنز پر اسے دو چار بار دیکھ رکھا تھا۔ اس نے ماں کی پسند پر بخوشی سر جھکا دیا۔

☆☆☆

لائبہ رخصت ہو کر سسرال آئی تو شائستہ نے ڈیڑھ دو ماہ اس کے خوب لاڈ اٹھا کر اسے نیپو کے سنگ لاہور بھیج دیا۔

"شادی کے بعد بھی میرا بیٹا بازاری کھانے کھائے اور لاہور بہاولپور کے چکر ہی کاٹتا رہے تو کیا فائدہ ایسی شادی کا۔ خیر سے لاہور جاؤ اور اپنی گھر گرہستی کا آغاز کرو۔" انہوں نے پیار سے بیٹے، بہو کو مخاطب کیا۔

"آپ میرے ساتھ جانے پر ہامی بھریں تب ہی میں لائبہ کو ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ کو اکیلے



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یہاں کیسے چھوڑوں۔" نیچو ضد پر اتر آیا۔

"میں اکیلی کہاں ہوں۔ آس پڑوس والے سب کتنے اچھے ہیں۔ حنا بھی اب تو روز کے روز چکر لگاتی ہے۔ میرا یہاں خوب دل لگا ہوا ہے اور میں نے تمہارے پاس آنے سے انکار کب کیا ہے جا کر اپنا گھر سیٹ کرو۔ کرائے کا ہے تو کیا ہوا۔ اب بیوی ساتھ جا رہی ہے تو دیکھنا کیسے مکان سے گھر بن جائے گا پھر میں بھی چکر لگاؤں گی۔" انہوں نے بہلا پھسلا کر بیٹے کو بھیج کر ہی دم لیا۔

اس گھر میں ان کے شوہر کی یادیں بسی تھیں وہ خود میں یہ گھر چھوڑنے کی ہمت نہ پاتی تھیں پھر اب وہ دونٹ کھٹ سے نواسوں کی نانی بھی تو تھیں جو روز نانی سے لاڈ اٹھوانے پہنچ جاتے تھے، ان سے دور جا کر شائستہ کا دل کیسے لگتا۔

نیچو بھی لاہور چند ماہ ہی رہ پایا تھا پھر روزگار کا چکر اسے کراچی لے گیا۔ وہاں نوکری زیادہ اچھی تھی۔ تنخواہ بھی پر کشش تھی۔ لائبہ وہاں ایک اچھی ساکھ والی پرائیویٹ یونیورسٹی میں لیکچرار تعینات ہو گئی۔

اللہ نے لائبہ اور نیچو کو یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا تھا۔ شائستہ دو چار ماہ بیٹا بہو کے پاس گزارتیں پھر گھر اور بیٹی کی یاد ستاتی تو واپس بہاولپور کا رخ کرتیں۔ نیچو نے ماں کی دیکھ بھال کے لیے ایک کل وقتی ملازمہ کا بندوبست کیا ہوا تھا جو شائستہ کے کراچی ہونے کی صورت میں بھی گھر کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ شائستہ سعادت مند اولاد کو ہر گھڑی دعاؤں سے نوازتی۔ نواسوں، پوتے اور پوتیوں کی صورت میں رب نے ان کی جھولی میں ہر نعمت ڈال دی تھی۔ لیکن اب جانے کیوں کچھ دنوں سے انہیں مرحوم شوہر کی یاد بے طرح ستانے لگی تھی۔

"شاید تمہارے ابو کا وہاں جی نہیں لگ رہا۔ تین راتوں سے مجھے متواتر خواب میں نظر آ رہے ہیں لگتا ہے اب میرا بلاوہ ہے۔" انہوں نے مسکرا کر بیٹے کو مخاطب کیا۔

وہ ان کے منہ سے ایسی باتیں سن کر خفا ہو جاتا تھا۔ لیکن شوہر کی طرح ان کا وجدان بھی سچا ثابت ہوا۔ ایک رات وہ سوئیں تو صبح کا سورج نہ دیکھ پائیں ان کی اولاد کی تو گویا دنیا ہی تاریک ہو گئی۔ دل کو اطمینان صرف اس امر سے ہوتا کہ ماں آخری سے ان سے بہت خوش تھی اور اس کے لبوں پر ان کے لیے دعائیں ہی دعائیں تھیں۔

☆☆☆

"آپی اس گھر سے میری اور آپ کی سنہری یادیں جڑی ہیں لیکن زندگی کی تلخ حقیقتیں ہمارے جذبات و احساسات کی پروا کب کرتی ہیں۔ میں نے کراچی میں گھر خریدنا ہے میری اور لائبہ کی نوکری وہیں ہے ظاہر ہے ہمارے بچوں کا مستقبل بھی وہیں ہے میں امی، ابو والا گھر بیچ کر آپ کو آپ کا حصہ دینا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے مجھے آپ کی اجازت درکار ہے۔"

نیچو اور لائبہ کرائے کے گھر سے جان چھڑانا چاہتے تھے اس لیے نیچو نے جی کڑا کر کے حنا سے آبائی گھر بیچنے کی اجازت مانگی تھی۔ پائی پائی جوڑنے کے باوجود کراچی جیسے شہر میں اچھی رہائش گاہ حصول ممکن ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

"اتنا شرمندہ ہو کر گھر فروخت کرنے کی اجازت کیوں مانگ رہے ہو نیچو، یہ تمہارا حق ہے، لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ تم سے اپنا حصہ لینے کے بجائے تمہیں تمہارے حصے کی رقم ادا کر دوں۔"

"یعنی آپ یہ گھر خریدنا چاہتی ہیں۔" نیچو نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں نیچو! ارسلان وغیرہ سب بھائی اپنا آبائی گھر فروخت کر رہے ہیں۔ سب کے بچے بڑے ہو گئے۔ دو، دو کمروں میں اب کسی کا گزارہ نہیں، اس لیے سب نے فیصلہ کیا ہے کہ گھر فروخت کر کے اپنا اپنا حصہ لیں اور اس میں اپنی جمع پونجی شامل کر کے اپنا اپنا مکان خریدیں۔ میں تو تم سے خود اس موضوع پر بات کرنا چاہتی تھی، یہ علاقہ ہمارا دیکھا بھالا ہے بچوں

کے اسکول یہاں سے قریب ہیں پھر میرے جیٹھ، دیور بھی قرب و جوار میں ہی مکان خرید رہے ہیں۔ ارسلان کہتے ہیں گھر ایک نہ سہی ہم بھائیوں کا علاقہ ہی ایک ہو۔ اور پھر سچی بات تو یہ ہے کہ میں اپنی امی ابو کا اتنی محبت سے تعمیر کیا ہوا آشیانہ کسی غیر کو سونپنے کی ہمت نہیں پاتی۔ اسی لیے یہ فیصلہ کیا کہ یہ گھر تم سے خرید لوں۔" حنا کے کہنے پر نیپو کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

"میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوگی آپی۔ گھر آپ خرید لیں گی تب بھی اس گھر کے دروازے میرے اور میرے بچوں کے لیے ہمیشہ کھلے ہی رہیں گے نا۔" اس کے کہنے پر حنا نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

ہر سال گرمیوں کی چھٹیوں میں جب لائبہ اپنے میکے شجاع آباد آتی تو اسے واپس لینے نیپو ہفتے بھر کی چھٹی لے کر آتا دو دن سسرال تو باقی پانچ دن بہن کے پاس گزارتا۔ کورونا کی وجہ سے دو سال تک لائبہ میکے نہ آ پائی تھی اس بار وہ چھٹیوں میں میکے آئی تو نیپو بھی ہمراہ تھا۔ وہ اپنی سالانہ چھٹیاں بہن کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ لیکن حنا کو سرپرائز دینے کے چکر میں اس نے اسے اپنی آمد کے متعلق نہ بتایا تھا۔

دو تین دن سسرال میں گزار کر جب اس نے بہاولپور کا رخ کیا تو عالیان نے ساتھ جانے کی ضد پکڑ لی۔ اسے نانا، نانی کے گھر سے زیادہ پھوپھو کے گھر رہنے میں زیادہ مزا آتا تھا۔ وہاں لاڈ اٹھانے کو پھوپھو تو تھیں ہی، ارحم اور راحم بھی اپنے چھوٹو کے خوب ہی مزے کرواتے تھے۔ نیپو بیٹے کو روکنے کی اپنی سی سعی کر رہا تھا لیکن جب لائبہ نے بھی کہہ دیا کہ لے جائیں یہ یہاں پر بور ہی ہوگا تو نیپو کو اسے ساتھ لے جانے پر کیا اعتراض ہوتا۔ وہ اور عالیان اچانک ہی حنا کے گھر پہنچے تھے اور اپنی آپی کے چہرے پر حیرت اور خوشی کے یہ رنگ دیکھنے کو ہی تو نیپو نے اس سرپرائز وزٹ کا اہتمام کیا تھا۔

یہ گھر جواب حنا کی ملکیت تھا لیکن آج بھی نیپو یہاں آ کر اتنا ہی سکون محسوس کرتا جیسے اپنے گھر لوٹ آیا ہو۔

"زوروں کی بھوک لگی ہے آپی، کیا بنایا ہے؟" تھوڑی گپ شپ کے بعد وہ بے تکلفی سے بولا۔

"میں نے تو سادہ سا مٹر پلاؤ بنایا ہے آنے سے پہلے بتاتے تو میں کچھ اہتمام تو کر لیتی۔" حنا بولی تھی۔

"ارے آپی! آپ کے ہاتھ کا سادہ سا مٹر پلاؤ بھی میرے لیے کسی شاہی ضیافت سے کم نہیں۔ بس جلدی سے دسترخوان لگا ئیں۔" نیپو کے منہ میں واقعی پانی بھر آیا تھا۔ بہن کے ہاتھ میں بالکل ماں والا ذائقہ تھا وہ جب بھی یہاں آتا فرمائشیں کرنے میں میکے آئی لڑکیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا۔

حنا نے دسترخوان لگا دیا۔ مٹر پلاؤ، رائتہ سلاد اور پودینے، ٹماٹر اور ہری مرچ کی چٹنی۔ نیپو نے تو دسترخوان سجا دیکھ کر ہی چٹخارا بھرا تھا۔ البتہ عالیان کا تھوڑا سا منہ بن گیا تھا۔

"مجھے تو مٹر والے رائس اچھے ہی نہیں لگتے پھوپھو، مجھے کچھ اور بنا دیں۔ اس نے بے تکلفی سے فرمائش کی۔"

"او یار! کھا کر تو دیکھ، اپنی پھوپھو کے ہاتھ کے مٹر والے رائس اچھے نہ لگیں تو کہنا۔" نیپو نے چاولوں سے بھرا چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے بیٹے کو مخاطب کیا۔

"واہ آپی! مزا ہی آ گیا۔"

نیپو نے تعریف کی اور حنا جانتی تھی کہ وہ ہر ہر نوالے پر ایسے ہی تعریف کرے گا۔ بھائی پر محبت بھری نگاہ ڈال کر حنا لاڈلے بھتیجے کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہاں اب بتاؤ پھوپھو کی جان۔ کیا کھانے کا موڈ ہے؟" اس نے عالیان سے پوچھا۔

"یہ ہی کھائے گا آپی۔ اس کے بے جا نخرے مت اٹھائیں۔ پھر کیا کمال کا مٹر پلاؤ ہے۔" نیپو

مزے لے لے کر کھا رہا تھا۔
تمہیں پسند ہے نا۔ ڈٹ کر کھاؤ۔ میرے بیٹے پر تو اپنی پسند نہ تھوپو۔ ہاں چندا، بتاؤ کیا بناؤں تمہارے لیے۔ حنا نے دوبارہ بھتیجے سے پوچھا۔

"امی! آپ اور ماموں سکون سے کھانا کھائیں اس چھوٹو کی ٹینشن نہ لیں۔ یہ جانے اور ہم جانیں۔ جاؤ راحم بائیک کی چابی لے آؤ۔" فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹ ارحم نے بھائی کو پکارا پھر چند لمحوں میں ہی وہ دونوں اپنے اس چھوٹو کو بائیک پر بٹھا یہ جا اور وہ جا۔

عالیان کا ایسے ہی تو پھوپھو کے ہاں جی نہ لگتا تھا اب راحم اور ارحم بھائی کے ساتھ کوئی مزیدار سی دعوت اڑا کر ہی اس نے گھر لوٹنا تھا۔

"بہت بگڑ گیا ہے۔ یہ میں اسے لاکھ سمجھاتا ہوں کہ لڑکوں کو سب کچھ کھانے کی عادت ہونی چاہیے مگر صاحب زادے کی عقل میں بات سماتی ہی نہیں۔" نیپو نے خفگی بھرے انداز میں بیٹے کا تذکرہ کیا اور۔

بھائی کے منہ سے یہ بات سن کر ایک لمحے کو حنا ساکت رہ گئی تھی۔ وقت کا پہیہ گویا الٹا گھومتے ہوئے اسے برسوں پہلے کے ایسے ہی منظر میں لے گیا تھا۔ بات یہ ہی تھی مگر کہنے والی ہستی ماں کی تھی اور مخاطب وہ خود تھی اور آج لاڈلا بھائی قدرے مختلف انداز میں ماں والی بات ہی دہرا رہا تھا لیکن وہ یہ بات اپنی بیٹیوں کے بجائے بیٹے کے لیے کر رہا تھا۔

"ابھی بچہ ہے عالیان، بڑا ہوگا تو عادتیں خود بخود سنور جائیں گی۔" حنا نے حال میں لوٹتے ہوئے بھائی کو سمجھانا چاہا۔

"نہیں آپی! بچپن کی پختہ عادتیں اتنی آسانی سے جان کب چھوڑتی ہیں۔ میرا تجربہ آپ کے سامنے ہے۔ امی نے کس لاڈ سے پالا تھا۔ ہر فرمائش منہ سے نکلتے ہی پوری ہوتی۔ جب ہاسٹل گیا تو عقل ٹھکانے آ گئی۔ ماں کے ہاتھ کی بنی مخصوص چیزوں کے علاوہ من کو کچھ بھاتا ہی نہ تھا۔ شادی کے بعد سوچا تھا من پسند کھانے کو ملے گا لیکن یہ حسرت اپنی موت آپ مر گئی۔ لائبہ ہر لحاظ سے آئیڈیل لائف پارٹنر ہے لیکن وہ کیسا پکاتی ہے، یہ آپ بھی جانتی ہیں۔"

نیپو کے کہنے پر حنا نے اسے گھورا۔

"شرم کرو، اتنی اچھی بیوی کی برائی کر رہے ہیں۔" بھاوج اسے اتنی ہی پیاری تھی کہ اس کے پیٹھ پیچھے بھی اس کی سائیڈ لی۔

"اُفوہ آپی! یہ برائی نہیں ہے۔ آپ جانتی ہیں میں لائبہ سے کتنی محبت کرتا ہوں اور ہم دونوں کے درمیان کیسی کمال کی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔ لیکن اب اس بے چاری کو کھانا پکانا نہیں آتا تو اس میں اس کا کیا قصور۔ عقیلہ خالہ خود دو رنگ دو تھیں سب کچھ پریشر ککر میں ڈال کر جھٹ پٹ پکانے والی۔ لائبہ نے بھی اپنے گھر سے یہ ہی سیکھا۔ اب بے چاری میری خاطر نیٹ سے ریسیپیز دیکھ کر پکانے کا جتن تو کرتی ہے لیکن میں اسے خود ہی کچن کو زیادہ ٹائم دینے سے منع کر دیتا ہوں ظاہر ہے وہ بھی میری طرح کمانے گھر سے نکلتی ہے اس کا احساس کرنا میرا فرض ہے اسی لیے جیسی خوشی اس کی جھٹ پٹ ریسیپیز والے پکوان کھا لیتے ہیں۔ مہینے میں ایک دو بار ہوٹلنگ...... گزارہ ہو ہی جاتا ہے آپی۔ میں اسی لیے تو عالیان کو بھی سمجھاتا ہوں کہ لڑکوں کو ہر طرح کے کھانے کا عادی ہونا چاہیے۔ لڑکیاں تو پھر شادی کے چھ، آٹھ سال بعد جب جوائنٹ فیملی سے الگ ہوتی ہیں تو اپنی راجدھانی کی آپ مالک ہوتی ہیں۔ اب اپنی مثال لیجیے۔ اپنا من بھاتا ہی کھاتی ہیں ناں۔ کھانے پکانے کے طریقے بھی امی والے اور ویسا ہی ہاتھ کا ذائقہ۔ مجھ سے پوچھیں ایسے ذائقہ دار کھانوں کی قدر۔" نیپو نے ایک بار پھر چاولوں سے پلیٹ بھری۔

حنا نے بھائی کو محبت سے دیکھا پھر چپکے سے آنکھوں کی نمی صاف کی۔ ماں یاد ہی اس شدت سے آئی تھی۔ ماں کو پتا ہوتا کہ کھانے پینے میں سمجھوتا بیٹی کے بجائے اس کے بیٹے کا مقدر بنے گا تو شاید وہ اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر لیتیں۔ حنا کے ہونٹوں پر مغموم مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

***





NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM